www.KitaboSunnat.com

عمران اسلم ☆

سید سلیم شاہ کے مزعومہ تضادات کا جائزہ

تاریخ اِسلامی کے تمام اَدوار اس بات کے شاہد ہیں کہ شریعتِ اِسلامیہ کے بہت سے مسائل اَیسے ہیں جن پر اہل علم حضرات ایک دوسرے سے مختلف آراء کا اِظہار کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مابعد اَدوار کے تمام لوگ اس اختلاف کو علمی اَنداز میں قبول کرتے اور کتاب وسنت سے قریب تر مؤقف کو اَپنانے میں کسی قسم کی پس وپیش کو خاطر میں نہیں لاتے رہے۔لیکن موجودہ دور میں ایک ایسے تجدد پسند طبقے کا ظہور ہوا جس نے اس علمی اختلاف کو اپنی مکروہ خواہشات کے تانے بانے بننے کے لیے اِستعمال کیا۔ اورتو اور ایسے ڈھیروں مسائل پر بھی تجدد پسندی کی چادر اوڑھا دی گئی جن پر صدیوں سے پوری اُمت متفقہ طور پر عمل کرتی آئی ہے۔

انہی مباحث میں سے ایک 'تعدد قراءات' کے نام سے جانا جاتا ہے۔دنیا بھر کے کروڑہا مسلمان قرآن کریم کی ایک سے زیادہ قراءات کو من وعن تسلیم کرتے اور ان کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں یہ موضوع عوامی سطح سے ذرا بلند ہے اَلبتہ علمی حلقے علم قراءات کے تمام مباحث سے آشنا ہیں اس اَمر کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ اس اَہم ترین موضوع کو عوام تک رسائی بھی دی جائے لہٰذا اَراکینِ رُشد نے اس کا بیڑہ اٹھایا۔ دیگر اَہل علم حضرات کے تعاون اور اَراکین رشد کی انتھک محنت کی تیسری کڑی 'رُشد قراءات نمبر سوم' کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔رُشد کے اس کام کو جہاں بہت سے عوامی اور علمی حلقوں کی جانب سے داد وتحسین موصول ہوئی وہیں 'تعدد قراءات' کو فتنۂ عجم قرار دینے والوں کی سٹی بھی گم گئی کہ اس قدر بھاری بھرکم اور ناقابل تردید دلائل سے جان چھڑائی جائے تو کیسے؟ لہٰذا جب تمام تر کوشش کے بعد بھی ان کا کوئی جواب نہ بن پایا تو اِنتہائی بھونڈے طریقے سے 'رشد' میں اغلاط اور تضادات کا خارزار دکھا کر غم غلط کرنے کی کوشش کی گئی۔

یہی کہا تھا، میری آنکھ دیکھ سکتی ہے کہ مجھ پہ ٹوٹ پڑا سارا شہر نابینا

'رشد قراءات نمبر' کو دیکھ کر آپے سے باہر ہونے والوں میں سے ایک نام سید سلیم شاہ صاحب کا ہے، جنہوں نے 'رشد' کی غوطہ زَنی کے بعد اس کی ڈھیروں 'اَغلاط' کی نشاندہی کی ہے ان کی گرانقدر آراء کا بوجھ ماہنامہ 'طلوعِ اسلام' کے شمارہ جنوری ۲۰۱۰ء نے اُٹھایا ہے۔سید صاحب 'رشد' کے دو قراءات نمبر دیکھ کر کافی غصے میں دکھائی دیتے ہیں اور اِن بھاری بھرکم جلدوں کو 'علمی رعب ودبدبہ' کا نام دے رہے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے 'رُشد' نے تو اتمام حجت کرتے ہوئے 'رشد وہدایت' کی طرف دعوت دے دی ہے، اب آپ کی مرضی چاہیں تو اس سے سرفراز ہوں یا 'علمی رعب ودبدبے' کا نام دے کر اپنے دل کو تسلی دینے کی راہ نکالیں۔

① سید صاحب سبعہ اَحرف میں نزول قرآن میں سہولت کس کے لیے تھی اِس سلسلے میں 'رُشد' کی آراء پر اظہار کرتے

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے لکھتے ہیں کہ بخاری شریف کی اس حدیث کا مفہوم ماضی بعید میں تو معلوم نہ ہو سکا تھا، تاہم ماہنامہ 'رُشد' نے جو ہماری راہنمائی فرمائی ہے وہ درج ذیل ہے:

- حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ''عربی زبان کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تا قیامت اَہل عرب کے لیے ہی باقی ہے.....''
- جبکہ دوسری جگہ رقمطراز ہیں کہ ''اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہ رضی اللہ عنہم بنے لیکن وہ آسانی صرف صحابہ کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔''
- آگے ایک جگہ پر حمزہ صاحب پھر لکھتے ہیں کہ ''قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے، اس لیے قرآن مجید میں عربی زبان کے حوالے سے کوئی مشکل کا اِحساس پایا جائے اور اس مشکل کے اِعتبار سے کچھ سہولت دے جائے تو اس حوالے سے خاص اَہل عرب کے لیے ہی اس مشقت کا اِزالہ کیا جائے گا۔''
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب بھی کہتے ہیں کہ ''یہ سہولت پوری اُمت کے لیے تھی۔''
- ڈاکٹر عبدالعزیز القاری بھی اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔

سید صاحب نے کافی جانفشانی کے بعد 'رُشد' میں سے اَیسی عبارتیں ڈھونڈ ماری ہیں جن کو اگر سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا جائے تو ان میں باہم تضاد نظر آتا ہے، لیکن حقیقتاً ایسا کچھ نہیں ہے۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم اُن تمام عبارتوں کو نقل کرنے کے بجائے صرف اِس قدر وضاحت کرتے چلیں کہ سبعہ اَحرف پر نزول قرآن کی حکمت پوری اُمت کے لیے آسانی اور سہولت کے طور پر تھی لیکن اس کی وجہ وہ مشقت بنی جو اہل عرب کو بعض الفاظ بولنے میں درپیش تھی۔ اب اَصلاً مشقت تو اہل عرب کی دور ہوئی لیکن سہولت قیامت تک کے تمام لوگوں کو فراہم ہوگئی۔ اس سلسلے میں وارد شدہ بیشتر اَحادیث کی رو سے بھی یہی اَندازہ ہوتا ہے کہ یہ آسانی اور سہولت پوری اُمت کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اپنی اُمت کے لیے سہولت کا مطالبہ کرنے کا سبب تو اہل عرب ہیں البتہ عمومی طور پر پوری اُمت کے لیے سہولت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ ہو:

عن أبي بن كعب أن النبى ﷺ كان عند أضاءة بني غفار فأتاه جبريل فقال: «إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى حَرْفٍ. قال:«أَسْأَلُ اللهَ مُعَافَاتَهُ وَمَغْفِرَتَهُ إِنَّ أُمَّتِي لَا تُطِيْقُ ذٰلِكَ». ثم أتاه الثانية فذكر نحو هذا، حتى بلغ سبعة أحرف. قال«إِنَّ اللهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِئَ أُمَّتَكَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا». [سنن أبى داؤد: ۱۴۷۸]

''حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی ﷺ اَضاءۃ بنی غفار کے پاس تھے آپ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یقیناً اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر قرآن پڑھائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ سے معافی اور بخشش کا سوال کرتا ہوں، میری اُمت اس (ایک حرف) پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔'' سیدنا جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ پھر آئے اور ویسا ہی ذکر کیا یہاں تک کہ سات حروف تک بات پہنچ گئی۔ (جبریل علیہ السلام) کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی امت کو سات حروف پر پڑھائی تو جو بھی وہ حرف پڑھیں گے درستگی کو پالیں گے۔''

مختلف قراءات کا نزول مختلف عربی لہجات کے پیش نظر ہوا ہے اور یہ عربی لہجات اَہل عرب کے اَندر تھے، اہل عجم

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا، اور اہل عرب کے اَندر ہی یہ مشکل تھی کہ ایک لہجے کا پابند اگر دوسرے لہجے والے کو کیا جاتا تو اس کے لیے اس لہجے کو اختیار کرنا مشکل سمجھا جاتا تھا چنانچہ اس میں اہل عرب کو گنجائش دے دی گئی۔

جبکہ اہل عرب کے علاوہ تمام عجم جو لہجہ بھی اِختیار کریں گے وہ انہیں تکلفاً سیکھنا پڑے گا۔ لہٰذا ذکر کردہ تمام عبارات کو سیاق و سباق کے ساتھ پڑھا جائے تو حقیقتاً اَندازہ ہوگا کہ مشقت کا اِزالہ تو اَہل عرب سے ہوا لیکن سہولت سے مستفید پوری اُمت ہوگی۔

② رشد میں بیان کردہ سبعہ احرف سے متعلقہ مختلف آراء کو سید صاحب نے عجب رنگ دیا ہے۔ کہتے ہیں:

- حمزہ صاحب اسے لہجات کا اِختلاف قرار دیتے ہیں۔
- ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب نے ابن جریر طبری کے حوالہ سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں۔
- محمد فیروز الدین شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔

اس سب اِختلاف کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم میں متقدمین میں اختلاف تھا تو 'رُشد' نے آ کر کیا خاص کارنامہ سرانجام دیا؟ اگر اس مسئلے کو حل کیا ہوتا تو کیا بات تھی 'رُشد' کے مطالعے سے ہمیں تو یہی معلوم ہوا کہ: ان تمام حقائق کے باوجود جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوئی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کر دے جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں۔

[رشد ۱/۱۲۳]

سبعہ اَحرف والی حدیث کے بارے میں پینتیس اَقوال ہوں یا چالیس ان سب پر 'رُشد' کا ایک یہی قول بھاری ہے۔ اَب جبکہ اس چیستاں کا کوئی ایسا معقول مفہوم دریافت ہی نہیں ہو سکا تو 'اہل رُشد' کی مرضی ہے کہ اس پر تمام عمر آپس میں یا کسی پر منکر حدیث کا لیبل لگا کر سر پھٹول کرتے پھریں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو ایک دوسرے کے مقابل پیش کر کے جو طوفان برپا کیا ہے اور اپنے تئیں جو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں اس کے جواب میں ہم اتنا ہی کہیں گے کہ سبعہ اَحرف کے مفہوم میں بیان کیا جانے والا تمام کا تمام اختلاف لفظی ہے جس کا عشرہ قراءات کے ساتھ تعلق اِضافی ہے۔ جو سبعہ اَحرف سے مراد لغات لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کو مانتے ہیں۔ جو لہجات مراد لیتے ہیں وہ بھی عشرہ قراءات کے قائل ہیں اور جو سبعہ سے اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد لیتے ہیں وہ بھی اُنہیں من وعن تسلیم کرتے ہیں مسئلہ تو صرف وابستگان 'اِشراق' اور 'طلوع اِسلام' کا ہے جو اس راعی جتنے اختلاف کو پہاڑ بنانے پر تلے ہیں۔ بصد ادب عرض ہے کہ سید صاحب! سبعہ اَحرف میں بیان کیا جانے والا اختلاف ہمیں دل و جان سے قبول ہے لیکن اس حوالے سے 'رُشد' نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے وہ اسی شمارے میں حافظ فہداللہ مراد صاحب کا وہ مضمون ہے جس میں اس سے متعلقہ تمام اِشکالات کو دور کرتے ہوئے سبعہ اَحرف کا حقیقی مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے زیر بارِ احسان ہوں گے کہ 'طلوع اِسلام' کی بغل سے نکلیں اور غیر جانبداری سے اس مضمون کا مطالعہ کر ڈالیں امکان ہے اس 'چیستاں کا معقول مفہوم' سمجھنے میں مشکل نہیں ہوگی۔

حدیث سبعہ اَحرف سے متعلقہ اَب تک جو اختلاف سامنے آیا ہے وابستگان علم تو اسے ایک علمی اختلاف قرار دیتے ہیں اور علمی انداز ہی میں اسے حل کرنے کے لیے کوشاں ہیں لیکن جناب مصر ہیں کہ حمزہ صاحب اسے لہجات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا اختلاف قرار دیتے ہیں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب لغات کا جبکہ فیروز الدین شاہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ لغات ولہجات نہیں تھے۔تو شاہ صاحب آپ ایک بار پھر رُشد پر سرسری نظر دوڑائیے جس میں صفحہ نمبر ۲۶۸ اور ۲۷۳ پر آپ کو ڈاکٹر حمزہ مدنی صاحب کا لہجات کے بجائے لغات کا مؤقف بھی مل جائے گا اسی طرح رُشد: ۱/۲۶۹، ۲۷۰ پر اُنہوں نے اس کے لیے لغت ولہجہ دونوں لفظ اِستعمال کیے ہیں۔مطلب یہ کہ آپ اُسے لغات کا اختلاف قرار دیں، لہجات کا اِختلاف قرار دیں یا پھر دونوں سے ہٹ کر کوئی اور اِختلاف اس سے عشرہ قراءات پر کوئی حرف نہیں آتا۔

جہاں تک آپ نے عبدالعزیز القاری صاحب کے مضمون کا ایک جملہ نقل کیا ہے کہ 'حدیث سبعہ اَحرف کی ایسی کامل اور شافی تفسیر نہیں کی جاسکتی جس سے نزاع ختم اور اختلاف کے دروازے بن ہو جائیں۔'

اگر ہم عبدالعزیز القاری صاحب کی اس سے ملحقہ مکمل عبارت نقل کریں تو احساس ہوگا کہ سید صاحب نے اس عبارت سے جو معنی کشید کرنے کی کوشش کی ہے فی الحقیقت ایسا کچھ نہیں ہے۔عبدالعزیز القاری کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

یہ ہے وہ حدیث !!..... جو اہل علم میں 'حدیث حروف سبعہ' کے نام سے معروف ہے۔تمام ائمہ اعلام (صحابہ، تابعین اور محدثین) کا اس حدیث کی روایت اور اُمت کے لیے نقل کرنے پر اتفاق و اجماع ہے۔علاوہ ازیں اس حدیث کی مذکورہ اَسانید اور روایت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ حدیث سنداً 'متواتر' ہے جس کو ہر طبقہ سے جمہور محدثین اور ہر زمانہ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔لہٰذا اس حدیث کے تواتر میں نہ کوئی شک ہے اور نہ ہی کوئی اِضطراب ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ رِوایات (قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا ضعیف) 'سبعہ' کے لفظ پر متفق و مجتمع ہیں۔اسی طرح تمام اَحادیث آپ ﷺ کے اس فرمان 'علی سبعة أحرف' کو بالاتفاق نقل کرتی ہیں، ماسوائے سمرة بن جندب کی حدیث کے، جو عفان بن حماد کے طریق سے روایت ہونے والی حدیث ہے۔جس کی تردید بھی اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔

اِن تمام حقائق کے باوجود! جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوتی جو 'سبعہ اَحرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم ہو اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں۔لہٰذا مقصد کی تکمیل اور جواب کی تلاش وجستجو کے لیے اب ایسے علماء ومحققین کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں جو استنباط معانی میں تدبر وتفکر، دقت نظر اور غور وخوض کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔

جب معاملہ اس قدر عظیم ہو کہ اس حدیث کو مشکلات اور متشابہات میں بھی شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک جماعت نے اس حدیث کے سمجھنے کو اور اس کے معانی و مفاہیم کے اِدراک کے اَہم کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے تو مجھ جیسے کمترین کی طرف سے یہ عزم درست معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم حدیث کے معانی و مدلول پر اس قدر غور وفکر کیا جائے کہ عقل وفہم اس کے مشابہ ہونے کا اِنکار کردے اور قوم مسلم اس کی جامع مانع تفسیر کر کے سرفراز ہو۔بایں وجہ کہ اس حدیث کا کتاب الٰہی سے گہرا تعلق ہے اور اپنے مدلول کے قابل قدر اور عالی مقام ہونے سے گہرا واسطہ ہے۔''

[رشد قراءات نمبر: ۱/۱۲۳]

سید سلیم صاحب کی عبارتوں میں قطع و برید ملاحظہ کیجئے کہ عبدالعزیز القاری تو 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم کی شافی وضاحت کے لیے علماء ومحققین کی جانب رجوع کا درس دیں اور اس کی جامع ومانع تفسیر کر کے قوم مسلم کو سرفراز کرنے کے عزم کا اِظہار کریں اور سید صاحب بھرپور ملمع سازی اور فریب کاری کے ذریعے ان کی پوری عبارت نقل کرنے کے بجائے ایک جملہ ذکر کر کے نعرہ بلند کردیں کہ اس چیستاں کا کوئی مفہوم دریافت ہی نہیں ہوسکا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چلیے اگر جناب سید مصر ہیں تو مانے لیتے ہیں کہ پوری اُمت سبعہ اَحرف کا مفہوم متعین کرنے میں ناکام رہی ہے، تو کیا اس کی بنیاد پر ثابت شدہ متنوع قراءات کا بھی اِنکار کردیں؟۔ تو جناب ہم تو اپنے اَندر اس قدر جرأت و بے باکی نہیں پاتے کہ حدیث سبعہ اَحرف کے علاوہ ثبوت قراءات کے ضمن میں پیش کی گئی احمد عیسیٰ المعصراوی اور ابوعمر حفص کی جمع کردہ ۳۳۲ اَحادیث کا بھی اِنکار کردیں، جن کے ہوتے ہوئے متعدد قراءاتِ قرآنیہ کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

③ سید صاحب کی یہاں تک 'رشحات علم' ملاحظہ کرکے تو ہم اسی خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ موصوف کا علمی دنیا سے بہرحال کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے لیکن سید صاحب کو ہماری یہ خوش فہمی زیادہ دیر تک راس نہیں آئی اور 'رُشد' کی چند مزید عبارتوں کا تضاد نقل کرکے ہماری ساری اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ لکھتے ہیں:

✳ حافظ اَنس نضر مدنی کا اِصرار ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالمشافہ آپ ﷺ سے قرآن سیکھا۔ صحابہ سے تابعین، تابعین سے تبع تابعین نے یہ حروف سیکھے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف ومشہور قراءِ سبعہ تک پہنچ گیا۔

✳ حمزہ مدنی اور فہداللہ مراد صاحب کا بھی اِصرار ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق موجودہ قراءات سبعہ (بلکہ عشرہ) ہیں۔

✳ جبکہ قاری محمد صفدر صاحب کا خیال ہے کہ اَحرف سبعہ اور قراءاتِ سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں۔

✳ جبکہ مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے ہے کہ ''بعض حضرات (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ)' سید صاحب اگر تھوڑی تکلیف کریں تو تقی عثمانی صاحب کو اِطلاع کردیں کہ آپ (مثلاً مدنی حضرات وقاری محمد صفدر وغیرہ) لکھنا بھول گئے ہیں' یہ سمجھتے ہیں کہ اس (یعنی سبعہ اَحرف) سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل ہی غلط اور باطل ہے۔''

سید صاحب حافظ عبدالستار حماد صاحب پر تو کچھ زیادہ ہی ناراض نظر آتے ہیں جنہوں نے ایک جگہ پر کہا ہے کہ ''بہرحال قراءاتِ متواترہ جنہیں اَحادیث میں 'اَحرف سبعہ' سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اس کے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔''

جبکہ اگلے ہی صفحہ پر لکھتے ہیں: سبعہ اَحرف سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں۔

اس قدر لکھنے کے بعد شاہ صاحب یوں گویا ہوتے ہیں:

''ہم اس پوزیشن میں نہیں کہ کسی شیخ الحدیث صاحب کے کسی بھی قول کو غلط قرار دیں۔ ان کا یہ قول یقیناً درست ہوگا کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد ان سات اَئمہ کی قراءات نہیں اور یہ بھی بلا وشک وشبہ درست ہوگا کہ سبعہ اَحرف سے مراد ہی قراءاتِ متواترہ ہیں جو آج کل موجود ہیں۔''

سید صاحب نے ان عبارات کو جس اَنداز سے پیش کیا ہے اور اس کے بعد جن 'خیالات عالیہ' کا اِظہار کیا ہے اس سے یہ اَندازہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ شاہ جی اس موضوع کی اَبجد سے بھی واقف نہیں ہیں اور ایک معقول بات کو انتہائی نامعقول اَنداز میں پیش کررہے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے جب رات کو دن اور دن کو رات ثابت کرنے کا شوق چڑھا ہو تو معقولیت سے زیادہ اَلفاظ میں ہیر پھیر اور زبان کی تیزی کام آتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمام اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعة أحرف' سے مراد مشہور 'سات قراءات' نہیں ہیں، بلکہ ان سات قراءات کو سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں امام ابوبکر بن مجاہد نے جمع کیا، انہوں نے حرمین (مکہ ومدینہ) عراقیین (کوفہ وبصرہ) اور شام کے مشہور سات قراءِ کرام کو جمع کر دیا، کیونکہ اس زمانے میں یہی پانچوں شہر علوم وفنون کے مرکز تھے، اور فقہ واُصول فقہ، حدیث واُصول حدیث اور علوم دینیہ کا گہوارہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے ان پانچ شہروں کے سات مشہور قراءِ کرام کی قراءات کو جمع کر دیا تاکہ سات کا عدد حدیث مبارکہ میں مذکور 'سبعة أحرف' کے موافق ہو جائے۔ ان کا یا ان کے علاوہ کسی بھی اہل علم کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں تھا کہ مذکورہ قراءات سبعہ ہی 'أحرف سبعة' ہیں، یا ان کے ہاں سات قراءات کے علاوہ کوئی اور قراءت پڑھنا جائز نہیں ہے۔ [مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ:۱۳/۳۸۹]

اِس علم سے وابستہ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ذکر کردہ عبارتوں میں کوئی تضاد یا اِشکال نہیں ہے سبعہ اَحرف سے مراد سات اَئمہ کی قراءات ہرگز نہیں ہیں، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اور بھی متعدد قراءات تواتر کے ساتھ ثابت ہیں لیکن اگر ہمارے پاس سبعہ اَحرف سے متعلقہ کوئی چیز موجود ہے تو یہی عشرہ قراءات ہیں۔ اس حوالے سے اَحرف سبعہ اور قراءاتِ عشرہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں۔

④ جناب سید موصوف کا یہ بھی کہنا ہے:

✳ قاری صہیب اَحمد صاحب ابن ساعاتی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''قراءاتِ سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے جیسا کہ مالک اور ملک وغیرہ''

✳ لیکن اَگلے صفحہ پر امیر بادشاہ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے۔''

اِس سلسلہ میں ہم وضاحت کرتے چلیں کہ قرآن مجید کے تواتر کے ذیل میں جو اَقوال بیان کیے گئے ہیں وہ تواتر کی مختلف تعریفات کی بناء پر ہیں اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ قرآن کریم تواتر کے ساتھ منقول ہے، البتہ تواتر کے مفہوم کے بارے میں اَہل فن کا اختلاف ہے کہ تواتر کا اطلاق کس پر ہوگا؟ اس سلسلہ میں دو گروہ سامنے آئے ہیں:

① عام اصولی محدثین تواتر کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

''هو الخبر الذي رواه قوم لا يحصى عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب.'

''ایسی خبر کو کہتے ہیں جس کو اتنے اَفراد روایت کریں کہ جن کا شمار ناممکن ہو اور جس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔''

اس مؤقف کے قائلین کے ہاں قرآن مجید کا بعض حصہ غیر متواتر ہوگا۔

② جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک تواتر کا مفہوم یہ ہے:

''كل ما أفاد القطع فهو متواتر.'' [الفصول في مصطلح حديث الرسول:۱۳]

''ہر وہ (خبر) جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔''

جمہور کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے۔

جن لوگوں نے تواتر سے مراد حصول علم قطعی یقینی لیا ہے اُن کے ہاں پورے کا پورا قرآن متواتر ہے۔ اس اِعتبار سے قرآن بعض اَوقات خبر واحد المحتف بالقرائن سے بھی ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ ایسی خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو وہ اِستدلال میں تواتر سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے اور تواتر کی اصطلاحی تعریف کے ضمن میں ذکر کردہ دوسرے گروہ نے اسی خبر واحد کو تواتر سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی مطالعہ کے لیے 'رُشد قراءات نمبر حصہ دوم'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محترم آصف ہارون کے مضمون 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قرآن کا ضابطہ' اور ڈاکٹر حمزہ مدنی کے اِنٹرویو کے سوال نمبر ۱۶ تا ۲۲ کے جوابات کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کا فیصلہ قارئین پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ سید صاحب کی علمیت پر کیا رائے قائم کرتے ہیں۔

⑤ شاہ صاحب کی زبان سے 'رُشد' میں موجود ایک اور بہت بڑا 'تناقض' ملاحظہ ہو، کہتے ہیں:

✳ حافظ اُنس نضر مدنی ایک جگہ اِرشاد فرماتے ہیں: وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو انہیں قراءات شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔

✳ لیکن فوراً ہی اگلے صفحے پر یہ تحقیق بھی قارئین کی نظر کرتے ہیں کہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءت جو اگرچہ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علماء اُسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔''

اِختلاف کا وقوع پذیر ہونا ایک قدرتی اَمر اور دیانتداری کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ممکن حد تک اِختلاف کو ذکر کرنے کے بعد راجح مؤقف کی نشاندہی ضروری ہے۔ یہاں بھی معاملہ اس سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

پوری اُمت کا اس اَمر پر اِتفاق ہے کہ قراءاتِ شاذہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں اور بطورِ قرآن ان کی تلاوت کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن چند علماء نے ایک غلط فہمی کی بناء پر قراءاتِ شاذہ کو بطور قرآن پڑھنے کی اِجازت دی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فقہاء کے درمیان یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ اگر کوئی شخص حرمت کا اِرتکاب کرتے ہوئے نماز میں قراءۃ شاذۃ کی تلاوت کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ تو چونکہ کچھ فقہاء نے بعض صورتوں میں ایسے شخص کی نماز کو جائز قرار دیا ہے تو اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ فقہاء نماز میں قراءۃِ شاذہ کی تلاوت کو جائز سمجھتے ہیں، اس غلط فہمی کی بناء پر بعض فقہاء کی طرف غلط طور پر قراءت شاذہ کی تلاوت کے جواز کا قول منسوب ہو گیا۔

◉ الدکتور محمد سالم محیسن نے لکھتے ہیں:

''جو شخص اس مسئلہ کے بارے میں علماء وفقہاء کے اَقوال کی روشنی میں غور کرے گا، وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ نماز یا اس کے علاوہ قراءۃِ شاذہ کی تلاوت حرام ہے۔'' [رحاب القرآن:۴۳۸]

ایک نہایت موٹی عقل والے شخص کو بھی یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ انس صاحب نے اگر کہا ہے کہ بعض علماء قراءتِ شاذہ کی تلاوت کے جواز کے قائل ہیں جبکہ راجح مؤقف کے مطابق وہ خود کہہ رہے ہیں کہ بطورِ قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی تو جناب اس پر اس قدر بگڑنے کی کیا تک بنتی ہے۔

⑥ سلیم صاحب کو یہ بھی اعتراض ہے:

✳ اِنکارِ قراءات کے حکم کے تحت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب صریحاً لکھتے ہیں کہ اِنکارِ قراءات کے باعث کوئی کافر نہیں ہوگا

✳ جبکہ قاری صہیب اَحمد صاحب کا اِرشاد ہے کہ منکر قراءات کافر ہے۔

منکرِ قراءات کافر ہے یا نہیں، یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے جس میں ہر شخص کو رائے دینے کا اختیار حاصل ہے۔ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب اگر اِنکارِ قراءات پر تکفیر کے بجائے سخت گمراہی کا فتویٰ لگاتے ہیں تو وہ استحقاق رکھتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ منکرینِ حدیث کے بارے میں انکا مؤقف دوٹوک اور واضح ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک اور جگہ پر قراءاتِ قرآنیہ کے اِنکاری کے متعلق پوچھے گئے سوال پر فتویٰ دیا ہے اور اپنی اسی بات کو ذکر کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

''رہے منکرین حدیث جیسے غلام اَحمد پرویز اور اس کے ہم فکر لوگ تو یہ سنت وحدیث کی تشریعی حیثیت بگاڑنے اور قرآن پاک میں تحریف معنوی کی وجہ سے کافر ہیں ان کا قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرنا بھی قرآن کی تحریف کی قبیل سے ہے کسی بھی علمی اشکال پر مبنی نہیں ہے۔'' [رشد:۲/۲۸۳]

جناب سلیم صاحب آپ کے اِرشاد: ''رِوایات کی روشنی میں قرآن کے حکم کو تبدیل کرنا ان حضرات کے لیے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔'' سے بخوبی سمجھ آرہا ہے کہ آپ کا تعلق کس صنف سے ہے اور ڈاکٹر صاحب آپ کے متعلق کس قسم کے نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

جہاں تک تعلق ہے منکر قراءات کے کافر ہونے یا نہ ہونے کا تو اس سلسلے میں 'رُشد' کیا کہتا ہے ملاحظہ کیجئے:

''مسلمانوں کے جمیع مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص ان قراءات کا کھلم کھلا اِنکار کرتا ہے، وہ منکر قرآن ہونے کی وجہ سے صریحاً کافر ہے، البتہ جسے تاویل کی غلطی نے اس طرف مائل کیا ہے تو وہ بھی گمراہ، بلکہ اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔'' [رشد:۲/۱۲۴]

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جس حرف کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو گے درست قراءت کرو گے، اس کے متعلق جھگڑا نہ کیا کرو، کیونکہ قرآن کریم میں جھگڑنا کرنا کفر ہے۔'' [مسند أحمد:۴/۲۰۴]

حافظ عبدالستار حماد کے الفاظ میں 'رُشد' کے مؤقف کی وضاحت ملاحظہ ہو:

جب قرآن کریم کے کسی حرف کے متعلق جھگڑا، اختلاف کرنا کفر ہے تو اس سے اِنکار کرنا تو بالاولیٰ کفر ہوگا، لیکن ہم اِسے ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہیں: ہمارے رجحان کے مطابق اس اِنکار کی تین وجوہات ممکن ہیں:

① جہالت کی وجہ سے اِنکار کرنا ② کسی تاویل کی بنیاد پر انکار کرنا ③ تکبر وعناد کی بناء پر اِنکار کرنا

اگر کوئی شخص جہالت ولاعلمی کی وجہ سے قراءت متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اسے کافر قرار دینے کے بجائے اس کی جہالت دور کی جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دورانِ سفر اپنے باپ کی قسم اٹھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاعلمی اور جہالت کے پیش نظر انہیں کافر قرار نہیں دیا اور نہ ہی اسے تجدید ایمان کے لیے کہا بلکہ ان کی جہالت دور کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادا کی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ہے۔'' [صحيح البخاري، الادب:٦١٠٨]

لیکن اس جہالت کی کچھ حدود وقیود ہیں مطلق جہل کو کفر سے مانع نہیں قرار دیا جاسکتا بلکہ اس سے مراد وہ جہالت ہے جسے کسی وجہ سے اِنسان دور نہ کرسکتا ہو خواہ وہ خود مجبور ولاچار ہو یا مصادر علم تک اس کی رسائی ناممکن ہو، لیکن اگر کسی انسان میں جہالت کو دور کرنے کی ہمت ہے اور اسے اس قدر ذرائع ووسائل میسر ہیں کہ وہ اپنی جہالت دور کرسکتا ہے، اس کے باوجود وہ کوتاہی کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے انسان کی جہالت کو کفر سے مانع قرار نہیں دیا جاسکے گا۔

چنانچہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیج لیں'' [الاسراء:۱۵]

اس آیت کے تحت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بندوں پر اِتمام حجت کے لیے دو چیزوں کو لانا ضروری ہے:

① اس کی طرف سے نازل شدہ تعلیمات کو حاصل کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔

② ان پر عمل کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ [مجموع فتاویٰ:۱۲/۴۷۸]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِس سے معلوم ہوا کہ جہالت و لاعلمی کو اتمام حجت کے سلسلہ میں ایک رکاوٹ شمار کیا گیا ہے، اس لیے ہمیں چاہیئے کہ اگر کوئی جہالت کی وجہ سے قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کی جہالت دور کی جائے۔

اگر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کسی معقول تاویل کی بنا پر کرتا ہے تو اسے بھی معذور تصور کیا جائے گا، لیکن تاویل کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں عربی قاعدہ کے مطابق اس تاویل کی کوئی گنجائش ہو اور علمی طور پر اس کی توجیہہ ممکن ہو۔ اگر کسی کو اس تاویل سے اتفاق نہ ہو تو اسے کافر کہنے کی بجائے تاویل کنندہ کی تاویل کا بودا پن واضح کر دیا جائے، لیکن ہر تاویل، تکفیر کے لیے رکاوٹ نہیں بن سکتی، اگر تاویل کی بنیاد محض عقل و قیاس اور خواہشات نفس ہیں تو اس قسم کی تاویل کرنے والا معذور نہیں ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِبلیس لعین سے سوال کیا تھا کہ تو نے آدم کو سجدہ کیوں نہیں کیا تو تاویل کا سہارا لیتے ہوئے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے۔[الأعراف:۱۲]

اس طرح باطنی حضرات کی تاویلات ہیں جن کی بنیاد پر انہوں نے شرعی واجبات سے راہِ فرار اختیار کیا ہے۔ بہرحال اگر کسی نے متواتر قراءات کا اِنکار معقول تاویل کی وجہ سے کیا ہے تو اُسے کافر نہیں قرار دیا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص تکبر و عناد اور بدنیتی کی بناء پر قراءاتِ متواترہ کا اِنکار کرتا ہے تو اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ہے ایسا انسان بالاجماع گمراہ اور اہل ایمان کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ [رشد:۱۵۸/۲]

یہی رائے جمہور کی بھی ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے بارے میں علم ہونے کے باوجود جو شخص ان کا اِنکار کرے گا اسے بلاتردد کافر قرار دیا جائے گا۔ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’أن الإجماع منعقد علی أن من زاد حرکة أو حرفا في القرآن أو نقص من تلقاء نفسه مصرا علی ذلك یکفر.‘‘ [منجد المقرئین:ص۹۷، ۲٤٤]

’’اور اس بات پر اُمت کا اجماع ہے کہ جو کوئی اپنی طرف سے قرآن کریم میں کسی حرکت یا حرف کا اِضافہ کرے یا کمی کرے (تنبیہ کیے جانے اور تواتر تسلیم ہوجانے کے باوجود) اس (کمی وزیادتی) پر مصر ہو تو وہ کافر ہے۔‘‘

⑦ سید صاحب مزید لکھتے ہیں:

* قرآن اور قراءات مختلف ہیں یا ایک، اس کے بارے میں اَحمد میاں تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ’’آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہیں اور یہ قرآن ہے اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ الگ کریں گے تو اس میں قرآن کس کو کہیں گے؟‘‘

* حمزہ صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور قراءات میں فرق ہے قرآن کہتے ہیں ان الفاظ کو جو منزل من اللہ ہیں اور قراءات اس قرآن کی خبر کو کہتے ہیں۔‘‘

* ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کا خیال ہے کہ ’’قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اَندر ثبت ہے اور رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے جبکہ قراءات زبان سے اس کی اَدائیگی کا نام ہے قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں‘ مدنی صاحب بھی قراءات اور قرآن کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں۔‘‘

اِس قدر لکھنے کے بعد سید صاحب کچھ زیادہ ہی سیخ پا ہوگئے ہیں اور محترم حافظ زبیر صاحب کی زندگی کا مشن جاوید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحمد غامدی صاحب کی مخالفت قرار دے رہے ہیں۔ اس کا جواب تو محترم حافظ صاحب کی وہ رشحات علم ہی ہیں جو آپ کو گاہے گاہے آئینہ دکھاتی رہتی ہیں۔ وہ آپ کی آنکھوں میں اس لیے کھٹکتے ہیں کیونکہ قرآن وحدیث کے مستند ذرائع سے لیس ہوکر اَبطال باطل اور اِستحاق حق کا فریضہ جو اَدا کر رہے ہیں اور وہ آپ کے بگھارے ہوئے فلسفے کے غبارے سے ہوا نکالنے میں کسی قسم کی دقیقہ فروگزاشت جو نہیں کرتے۔

رہی بات قرآن اور قراءات کے مابین فرق کی تو اس سلسلے میں گذارش ہے کہ قرآن اور قراءات کے مابین وہی فرق ہے جو حدیث اور سنت کے درمیان ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اَقوال، اَفعال اور تقریرات کو سنت کا نام دیا جاتا ہے تو اس کی خبر کو حدیث کا۔ اس اِعتبار سے آپ سنت اور حدیث کے مابین فرق بھی قرار دے سکتے ہیں اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حدیث اور سنت کے درمیان کوئی فرق نہیں، کیونکہ بنیادی طور پر یہ ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ بالکل اسی طرح قراءات کے اَندر ہم جو چیز پڑھ رہے ہیں وہ قرآن ہے اور اس پڑھنے کا نام قراءات ہے۔ 'الحمد للہ رب العالمین' قرآن مجید کو کہا جائے گا اور جس علم میں اُسے بطورِ روایت نقل کیا جائے گا اسے علم قراءات کا نام دیں گے۔ جن حضرات نے قرآن اور قراءات کے مابین فرق بیان کیا ہے انہوں نے اسی پہلو کو سامنے رکھ کر ایسا کہا ہے۔ ورنہ قرآن کو قراءات سے یا قراءات کو قرآن سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

⑧ سید صاحب کی نگاہِ عیار نے دو جملے اور ڈھونڈ مارے ہیں جن سے قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں 'ڈھیروں شکوک وشبہات' پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

✳ نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں جو مکمل قرآن لکھوایا تھا ڈاکٹر حمزہ مدنی اس کی ایک حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ ''مابعد اَدوار میں قرآن یا اس کے لفظوں کے حوالے سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو کوئی اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو''۔

✳ جبکہ اگلے ہی صفحہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ قرآن کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ ''اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوت قرآن میں بطورِ قراءات داخل کر لیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تغیری کلمات کا اِختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔''

سید صاحب نے یہاں دو جملوں 'اَیسا معیار موجود ہو جو اختلافات کی صورت میں بطور معیار موجود ہو' اور 'حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی' کو نشانے پر رکھتے ہوئے اس میں کجی کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین کرام اگر جمع قرآنی کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ اور مابعد اَدوار کی تمام کیفیات پیش نظر رہیں تو اس قسم کے خیالات کا ابطال کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ رسولِ اکرم ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم جہاں لوگوں کے ذہنوں کی تختیوں پر نقش تھا وہیں یہ اَلفاظ کی صورت میں بھی مختلف لوگوں کے پاس موجود تھا، اور رسول اللہ ﷺ کا اَیسا کرنے کا مقصد اس اَندیشے کو زائل کرنا تھا کہ مابعد اَدوار میں باقاعدہ ایک معیار کی عدم موجودگی میں اس میں کمی یا بیشی نہ کر دی جائے۔ سرور دو عالم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کے اتفاق سے اس مختلف جگہوں پر لکھے ہوئے قرآن کو ایک جگہ پر مرتسم کر دیا اور اُسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ پھر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ مصحف آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یہ مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس منتقل ہوگیا۔ یاد رہے کہ یہ مصحف لوگوں کے پاس موجود نہیں تھا صرف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ تھا۔ اَب آپ حمزہ صاحب کی ذکر کردہ وہ مکمل عبارت ملاحظہ کریں جس کا ایک حصہ نقل کر کے سید صاحب اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھنے لگے ہیں۔

''قرآن مجید کی اِبتدائے کتابت کے دور میں فرمایا تھا: «لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْآنَ فَلْيَمْحُهُ» .[صحيح مسلم: ٥٣٢٦] کہ مجھ سے قرآن کریم کے علاوہ کچھ نہ لکھو، تاکہ وحی باللفظ کا وحی بالمعنی سے اِختلاط نہ ہوجائے، چنانچہ جب اِختلاط کا اَندیشہ ختم ہوگیا تو آپ نے حدیث لکھنے کی اِجازت دیدی، جیسا کہ رِوایات میں موجود ہے۔ اس ضمن میں درپیش مشکل یہ تھی کہ لوگ قرآن کی تبیین کے ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے اِرشادات کو بھی قرآن کے ہمراہ لکھ لیتے تھے، جنہیں بعد اَزاں قرآن سے الگ نہ لکھنے کی وجہ سے غلطی سے تلاوتِ قرآن میں بطورِ قراءات داخل کرلیا جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کسی مصدقہ مصحف کی عدم موجودگی کی وجہ سے اس قسم کے تفسیری کلمات کا اختلاف بھی زوروں پر پہنچا ہوا تھا۔ لوگوں میں ان تفسیری توضیحات کے ضمن میں شدید اِختلاف چل رہا تھا کہ بعض لوگ اُنہیں قراءت کا درجہ دے کر باقاعدہ تلاوت کرتے۔''

اگر ہم ایک حوالے سے جناب سید کے مشکور نہ ہوں تو اِنتہائی نامناسب ہوگا کہ انہوں نے تضاداتِ رُشد پیش کر کے اہلِ رُشد کو 'بے حال' کرنے کے بعد اپنی گذارشات کے اَخیر میں 'رُشد' کے دو تین مضامین کو 'قابل قدر' بھی قرار دے دیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب، قاری حبیب الرحمٰن صاحب اور محترم عبدالعزیز القاری صاحب کے مضامین شامل ہیں اور ان مضامین کی پسندیدگی کی وجہ وہ عبارتیں ہیں جن کو سید صاحب نے سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کرنے کے بعد کھینچ تان کر یہ تأثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'سبعہ اَحرف' کا مفہوم ابھی تک واضح نہیں ہو پایا ہے۔

سید صاحب آپ نے ڈاکٹر عبدالعزیز القاری کے مضمون کو قابل قدر قرار دیا ہے۔ تو ہم سبعہ اَحرف اور قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق انہی کا مؤقف پیش کرتے چلیں۔ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری لکھتے ہیں:

''اَحرف سبعہ قراءات کی متعدد وجود ہیں جو باہم مختلف ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہیں اور قاری کے لیے جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک وجہ پر قرآن کی تلاوت کرے اور اس کی یہ تلاوت قرآن کی تلاوت ہی سمجھی جائے گی۔ سبعہ کے عدد سے مراد یہ ہے کہ وجوہ قراءات (جو کہ منزل من اللہ ہیں) قرآن کے کسی ایک کلمہ میں اختلاف وتغیر کی اَنواع میں سے کسی ایک نوع کے ضمن میں زیادہ سے زیادہ سات تک ہوسکتی ہیں اسی طرح یہ بات لازمی نہیں کہ قرآن میں ہر جگہ پر تعداد سات ہی ہو۔ بلکہ لازم یہ ہے کہ بعض جگہ کم تو ہوسکتی ہے لیکن کسی بھی جگہ زیادہ سے زیادہ ایک کلمہ میں تبدیلی کی سات انواع ہی ہوسکتی ہیں۔''

اَخیر میں ہم سید صاحب سے یہی عرض کریں گے کہ جناب! حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق بحث معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے جس کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں لیکن یہ بات طے ہے کہ سلف و خلف میں کوئی اَہل علم بھی تعددِ قراءات یا متنوع اَسالیب تلاوت کے نزول کا اِنکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیب تلاوت کے بارے میں ہے جو ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءاتِ قرآنیہ سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ